قاری محمد معاویہ (سابق شیعہ)

دین شیعہ اور مجوسی عقائد

(قسط نمبر1)

جب سیدنا فاروق اعظم خلیفہ بنے تو فتوحات کا سلسلہ زوروں پر تھا آپ نے ایرانی عوام کی بدحالی دیکھ رکھی تھی ایرانی شہنشاہ نے اپنی رعایا پر بے پناہ ظلم کئے تھے عوام کے حقوق غصب کرنے کے لئے قانون تھا آتش کدے کے پروہت کے فیصلے عوام کے لئے اٹل ہوتے تھے حتی کہ ایرانی شہنشاہ اپنی مرضی نہیں کر سکتا تھا جب تک پروہت سے مشورہ نہ کر لیتا جنگ قادسیہ میں چونکہ ایران کی کمر ٹوٹ چکی تھی اس لئے ایرانی عوام نے بظاہر اسلام قبول کر لیا مگر ایرانی عوام انسان پرستی میں یہاں تک ڈوب چکے تھے کہ اسلام کا عقیدہ توحید ان کی سمجھ میں نہ آیا اور ان کو پرانے آتش کدے یاد آنے لگے شیر کے مجسمہ کی پوجا انہیں بے چین رکھتی اور پنج تن پاک کی پوجا کے بغیر انہیں اکی ال کی پوجا کبھی نہ بھاتی حالانکہ ان دیوتاؤں پر ان کو بڑا بھروسہ تھا لیکن نہ دیوتا کام آئے نہ سورج دیوتا اور نہ ہی مقدس آگ ان کی مدد کر سکی ایرانیوں کی ان کمزوریوں پر جب ابن سباء کی نظر پڑی تو اسے اپنا مقصد پورا ہوتا نظر آیا اس نے جب دیکھا کہ شہنشاہ ایران کا خاص دستہ جن کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی مسلمان ہو کر کوفہ میں جا بسے ہیں یہ شہر چونکہ فوجی چھاؤنیوں کے قریب جو کہ روم کے دروازے پر تھا وہاں جا کر بسے ابن سبا کو ایک تو یہ قبائل پسند آئے اور دوسرے مصر میں مصر والے بھی سرپرست تھے اور صدیوں سے مختلف فرعونوں کے زیر سایہ بستے تھے اس لئے ابن سباء کا ایک اڈا یہاں بھی بن گیا ابن سبا نے دیکھا کہ ایرانی قوم کو تین چیزوں کی سخت ضرورت ہے نمبر اپنج تن پاک ' ایک شیر خدا اور آتش کدے کا تحفظ ۔ ابن سبا نے ان کو سب کچھ مہیا کر دیا ۔

ایرانی پرانے پنج تن پاک = (ا) امور امشردا = انگرینو = آگ = سورج = زمین = ان میں زمین دیوی ہے چار دیوتا =

بابلیوں کے پنج تن پاک = شمس = سنی = نیبو = امرتوک = انی =
ان میں بھی شمس دیوی ہے باقی چار دیوتا = اسی لئے کہ آج تک عربی زبانوں میں شمس کو مؤنث کہتے ہیں = قدیم مصری پنج تن پاک = الیسرس = ہورس = اسلیس = را = اتیم = ان میں بھی اسلیس دیوی ہے باقی چار دیوتا ایک تو یہ ورثہ تھا ایرانیوں کا اپنا بھی پھر بابل ونینوا کی تہذیب چونکہ ایران کے قریب تھی اس لئے ایرانیوں نے ان کا بہت اثر لیا سب سے بڑی بات یہ کہ قدیمی اعتقادات ایک ہی تھے صرف ناموں کا فرق تھا ابن سبا نے اس قوم کی ساری آرزوئیں پوری کیں شیر کے مجسّمے کی جگہ انہیں سیدنا علی کی شکل میں شیر خدا مل گیا بس تھوڑی سی ترمیم کرنا پڑی پہلے تو سورج دیوتا اور شیر کو اٹھا کر ایک دیوتا بنایا شیر کے گردن کے بال سورج کی کرنیں بن گئیں اور اسی مجسمہ میں اب سیدنا علی کی روح رہتی ہے آپ ایران جائیں تو اکثر ہوٹلوں قہوہ خانوں اور نہانے کے حماموں میں ایک طرف دیوار کے ساتھ ایک شیر کی تصویر نظر آئے گی جو ایک ٹانگ اٹھا کر تلوار پکڑے ہوئے ہے اور نیچے ایک شعر لکھا ہو گا۔

شیر یزداں شاہ مرداں قوت پرودگار
لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

آپ سمجھ جائیں گے کہ یہ شبیہ سیدنا علی کی ہے۔
اسی طرح ہندوستان کے خوجے اسمٰعیلی عقیدہ رکھتے ہیں علی وشنو دیوتا کے دسویں اوتار ہیں ہندوؤں کی مقدس کتب وید میں وشنو کی تعریف اس طرح ہے = اشلوک = اس دنیا کو وشنو دیوتا تین قدم میں ناپ لیتا ہے ساری دنیا اس کے قدموں میں ہے یہی تصور سیدنا علی کے متعلق شیعہ کتب میں یوں ہے۔

قدم تا قدم ختم کرتے تھے قرآن
ہے مشہور دوراں کرامت علی کی

اللہ جانے یہ کونسا قرآن تھا جو ایک ایک قدم پر ختم ہو رہا تھا چنانچہ فضائل مرتضوی کے مصنف ملاں باقر علی صاحب اپنی کتاب کے صفحہ 54 تحریر فرماتے ہیں۔

علی جب گھوڑے پر بیٹھتے تھے تو ایک رکاب میں پاؤں رکھتے وقت قرآن شروع کرتے تھے اور دوسری رکاب میں پاؤں مبارک پہچانے سے پہلے قرآن تمام کر لیتے اپنے ملک پاکستان میں علی کی شبیہ دیکھنا چاہیں تو حبیب بنک میں دیکھ لیں ایک شیر تین ٹانگوں پر کھڑا ہو گا اور ایک ٹانگ سے ہاتھ کا کام لیتے ہوئے تلوار پکڑ رکھی ہو گی سنا ہے حضرت علی کی والدہ محترمہ نے اپنے بیٹے کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا لیکن ابو طالب علی کے نام سے پکارتے تھے یہ باتیں جب عجمیوں کے ہتھے چڑھیں تو سیدنا حمزہ کا لقب چھین کر علی کے نام لگا دیا سیدنا حمزہ کو رسول اللہ نے اسد اللہ و اسد رسولہ کا لقب دیا لیکن ایرانیوں نے اپنی پرانی اسد پرستی قائم رکھی اور اسی پرانے شیر دیوتا کے مجسمے کو علی بنا کر آج تک پوج رہے ہیں۔

اسی طرح ایک اور پارٹی اٹھی انہوں نے اپنی برادری سے وعدہ کیا کہ آتشکدہ کبھی ٹھنڈا نہیں ہو گا اس جماعت کی عجیب و غریب شکلیں اور ان کے سلسلوں کا تو شمار نہیں ان کی ہیئت ہندو جوگیوں جیسی ہوتی ۔ یہ دھڑی موچھیں سر کے بال سب صاف ایک رنگدار لمبا کرتا بازو میں مختلف قسم کے گجرے اس میں ایک گجرہ تانبے کا ہوتا ہے اس کی وجہ ایک اور ہے پھر بتاتا ہوں ہاں ایک لمبا اور موٹا سا ڈنڈا کاندھے پر رکھا ہو گا بغل میں ایک پہاڑی بکرے کا سینگ ۔ یہ مخلوق کسی قبر پر چادر ڈال کر قریب ہی ایک کٹیا بنا لیتے ہیں اور وہاں ہمیشہ حسن بن صباح کا سبق دہرایا جاتا ہے بچپن میں ایک دفعہ ایک ملنگ کے ڈیرے پر گیا جو کہ ہمارے گاؤں سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا اس ملنگ سے میری بڑی عقیدت تھی جب یہ صاحب ریاضت کیلئے ہمارے گاؤں آتا تو سب سے پہلے ہمارے ہی گھر آتا ۔ ہمارا گھرانہ چونکہ غالی شعیہ کا تھا لہٰذا ہمارا گھر بھی متبرک تھا یہ جب ہماری حویلی میں داخل ہوتا تو زور سے سینگ کو منہ سے لگا کر بڑی قلندرانا آواز نکالتا جس کے آخر میں یہ الفاظ ہوتے علی حیدر علی حیدر میں جب اس ملنگ کے ڈیرے پر گیا تو وہاں پھولوں کے پودوں کے علاوہ ایک بوٹی سبز تھی اور خوب بہار دکھا رہی تھی میرے ساتھ جو لڑکا تھا اس نے پوچھا سائیں جی یہ بھنگ کے بوٹے ہیں ملنگ

کہنے لگا۔ پتر انھوں علی بوٹی کہندے نے بیٹا یہ علی بوٹی ہے یہ نام سن کر ہمارے دلوں میں بھی اس بوٹی کا احترام آ گیا جی ہاں یہ بھنگ شریف تھی۔

جس کو ہم علی بوٹی سن رہے تھے تانبے کے گجرے کا فلسفہ اسی کے لئے ہے ملنگ جب بھنگ کو پانی ابالتے ہیں تو تانبے کا تڑکا لگاتے ہیں اور ملنگ کے ہاتھ میں جو ڈنڈا ہوتا ہے اس کو مطہر کہتے ہیں یعنی پاک یہی مطہر علی بوٹی کو پاک کرتی ہے اب سنئے سیدنا علی کو حیدر کیوں کہتے ہیں آیئے باقر مجلسی صاحب سے پوچھتے ہیں باقر مجلسی صاحب بحار انوار کی جلد تین صفحہ ۱۳۱ پر لکھتے ہیں۔

بحوالہ تفسیر قمی ' فرماتے ہیں سیدہ فاطمہ سے شادی کا پیغام کسی کی طرف سے بھی آتا آنحضرت اس سے بے رخی برتتے تھے یہاں تک کہ سب لوگ مایوس ہو کر بیٹھ رہے مگر جب آپ نے خود ارادہ کیا کہ فاطمہ کی تزویج علی سے کر دیں تو آپ نے تنہائی میں خاموشی کے ساتھ سیدہ فاطمہ سے بات کی۔ جناب فاطمہ زہرا نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی رائے سب سے اولیٰ ہے لیکن قریش کی عورتیں تو ان کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتی ہیں اور کہتی ہیں ان کا پیٹ نکلا ہوا ہے ہاتھ لمبے ہیں ان کے جوڑوں کی ہڈیاں بہت چوڑی ہیں سر کے اگلے حصہ کے بال بھی نہیں ہیں آنکھیں بڑی بڑی ہیں شیروں اور درندوں جیسے ہاتھ پاؤں ہیں ہر وقت ہنستے رہتے ہیں پھر ان کے پاس نہ مال نہ دولت و حشمت بالکل مفلس اور فقیر ہیں۔ بحار۔ انوار جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ جی ہاں یہ تصویر سیدنا علی کی کھینچی گئی ہے کوئی ایسا ہے جو یہ کہے کہ یہ الفاظ جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ کے ہیں ہمارا ایمان ہے نہ سیدنا علی کی ایسی شکل تھی اور نہ ہی سیدہ کے یہ الفاظ ہیں ہم تو تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جو بچی نبی کریم کی گود میں پلی ہو وہ حیا جن کے گھر کی لونڈی ہو وہ ایسے غیور باپ کے سامنے ایسی بے باک ہو گیا سیدہ فاطمہ یہ نہیں جانتیں کہ میرا باپ جو کام کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے اور پھر سیدہ اور سیدنا علی ایک ہی گھر میں پلے بڑھے یقیناً یہ الفاظ سیدہ کے نہیں ہیں یہ مصنف نے اپنے دل کا ابال نکالا ہے اور نہایت نفیس طریقہ سے سیدنا علی کی توہین کی ہے جو کہ عند اللہ

شدید ترین جرم ہے جب تک توبہ نہ کرے مسلمان نہیں ہے۔
اب ایرانیوں کو شیر خدا بھی مل گیا پنج تن پاک بھی بنا لئے اور محرم الحرامی ملنگ آتشکدے کی حفاظت کا ذمہ لے چکے ہیں اور ابن سبا نے جو خنثی کی بیل لگائی تھی دور دور تک پھیلتی نظر آئی آتشکدہ آپ دیکھنا چاہیں تو لاہور میں مادھو لال حسین کے مزار پر دیکھ لیں خصوصاً میلہ چراغاں پر آتشکدے کی ایک روایت لکھتا ہوں جس کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے جن دنوں علی ہجویری کے دربار پر ایک ایسا خطرناک کیس ہوا کہ صدر ایوب اور ان کی کابینہ تک چیخ پڑی اور وہیں فیصلہ ہوا کہ تمام مزارات گورنمنٹ اپنے قبضہ میں لے اور محکمہ اوقاف کے حوالے کرے ان دنوں میں مجھے بھی ایک مزار پر رہنا پڑا سرگودھا کی تحصیل بھیرہ سے ایک سڑک مغرب کی طرف سرگودھا جاتی ہے براستہ چک رام داس اس سڑک پر ایک مزار ہے شمائل شاہ وہاں میں نے آتش کدے کے فضائل دیکھے وہاں ایک کونے میں ایک جگہ ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی اور اس آتش کدے میں عورتیں تو آگ کی خاطر سوکھے گوبر کی پاتھیا لایا کرتی تھیں اور اس آتش کدے کو " علی دا مچ " کہتے تھے یہ آگ صرف حقہ پینے والوں کے کام آتی تھی اور راکھ ہر مصیبت کی دوا بشرط کہ وہاں کا کوئی فقیر اٹھا کر دے اور جو آدمی حقے کی ٹوپی لے کر وہاں سے آگ رکھتا تھا وہ جوتا بہت پیچھے اتار کر جاتا تھا کیونکہ جوتے سے علی کے مچ کی توہین ہے اور دلچسپ بات یہ کہ اگر اس مچ کی آگ سرد ہو گئی تو فقیروں کے لئے بہت برا شگون ہے اور پھر وہ سارے مجاور مزار پر خوب آہ زاری کرتے۔